استحکام پاکستان کیلئے انسانی حقوق کی ادائیگی تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر :بلوچستان

اسلام میں حقوق اللہ سے زیادہ حقوق العباد پر زور دیا گیا ہے۔علماء وفضلائے اسلام نے حقوق العباد کی جو توضیح وتشریح کی ہے۔اُس میں والدین اور اولاد، اُستاد اور شاگرد، شوہر اور بیوی، قرابت داروں، سسرالی رشتہ داروں، ہمسایوں، مریضوں، آجر واجیر، مالک اور غلام، سائلین ومحرومین، مساکین ومعذورین، اُمتِ مسلمہ اور بنی نوع انسان شامل ہیں۔گویا اُن کا دائرہ فرد سے لے کر خاندان، معاشرہ، جمیع المسلمین اور بنی آدم تک پھیلا ہوا ہے اور یوں اس میں بچے اور بوڑھے، حکومت اور اس کے کارکن، سرمایہ دار اور محنت کار، سردار اور قبائلی، وڈیرہ اور ہاری، زمیندار اور مزارع، خان اور ملک اور اس کے باشندے وغیرہ سبھی شامل ہو جاتے ہیں۔دورِ حاضر میں انسانی بنیادی حقوق یا مختصراً انسانی حقوق کی اصطلاح زیادہ استعمال ہوتی ہے اور اس سے مراد عموماً وہی حقوق لئے جاتے ہیں، جو مذکورہ بالا حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔

ہمارے خیال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف سید المفسرین، امام المفسرین اور اول المفسرین تھے۔ بلکہ وہ جامع العلوم مفسر بھی تھے۔وہ پاتال سے لے کر عرشِ بریں تک حاوی ہیں۔لہٰذا اُن کی تفسیر وتشریح ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔شرط صرف یہ ہے کہ ہم خود قدیم و جدید علوم پر دسترس رکھتے ہوں، عصری تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہوں اور اپنے گردو پیش کے مسائل اور تغیرات کا واقعی ادراک رکھتے ہوں اور انہیں آنحضرت ﷺ کے فرمودات، اسالیب، اطلاقات اور اقدامات میں ڈھونڈ سکتے ہوں۔لہٰذا قرآن کریم اور احادیث کا بار بار مطالعہ نہ صرف ہمیں موجودہ مسائل کے حل کا اہل بناتا ہے بلکہ ہمارے سامنے نئے نئے امکانات، نئی نئی جہتیں اور نئے نئے اسالیب بھی پیش کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلے میں فرمایا:

> علماء کبھی اس کتاب (یعنی قرآن کریم) سے سیر نہ ہو سکیں گے، نہ کثرت و تکرار تلاوت سے اس کے لطف میں کوئی کمی آئے گی اور نہ ہی اس کے

عجائبات (یعنی نئے نئے علوم و معارف اور اسباب و اسالیب) کا خزانہ
کبھی ختم ہو سکے گا۔(۱)

علامہ اقبال نے اسی مضمون کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا:

صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست　　عصرہا پیچیدہ در آیاتِ اوست
چوں بجاں دررفت جاں دیگر شود　　جاں چودیگر شد جہاں دیگر شود
بندۂ مومن ز آیاتِ خداست　　ہر جہاں اندر براوچوں قباست
چوں کہن گردد جہانے دربرش　　می دہد قرآں جہانے دیگرش
یک جہانش عصر حاضر رابس است　　گیراگر درسینہ دل معنی رس است

اس ضمن میں علامہ اقبالؒ کا یہ مشہور شعر بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے:

بمصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ اونرسیدی تمام بولہبی است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی بشری تجسیم تھے اور بقول معلم امت، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کان خلقہ القرآن، یعنی آپ کی سیرت تعلیمات قرآنی کا مکمل نمونہ تھی، گویا آپ ﷺ مجسم قرآن تھے۔

اگر ہم اس نقطۂ نظر سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور حیاتِ گرامی میں غواصی کریں تو انسانوں کے جو بنیادی حقوق سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں۔

خواندگی: آج سے چودہ سو سال پہلے جب خواندگی کا پوری دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا اور یورپ بھی عرب کی طرح جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا:

الجهل موت الاحيا

یعنی جہالت زندوں کی موت ہے۔

حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُور کرنے کے لئے ایک طرف مسجد نبوی ﷺ میں ہی اس کے ایک جزو لاینفک کی حیثیت سے مدرسہ صفہ (صفہ، سائبان کو کہتے ہیں) یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی ﷺ کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا) قائم کیا

جو دنیا میں پہلی اقامتی درسگاہ تھی، اور جس کی کفالت آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس فرماتے تھے۔

ایک دفعہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ زہرأ نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں، مجھ کو ایک کنیز عنایت ہو تو فرمایا کہ:

یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تم کو دوں اور صفہ والے بھوکے رہیں۔

دوسری جانب حق خواندگی حقداروں تک پہنچانے کے لئے ایک انوکھا لیکن تیر بہدف طریقہ استعمال کیا۔ جنگ بدر میں قریباً ۷۰ ستر افراد جنگی قیدی بنائے گئے تھے۔ ان میں سے جو صاحب استطاعت تھے فدیہ دے کر رہائی حاصل کر گئے۔ جو بے استطاعت اور بے علم تھے وہ اس وعدے پر چھوڑ دیئے گئے کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔ لیکن جو بے استطاعت باعلم تھے اُن پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں رہائی مل جائے گی۔

چنانچہ انہوں نے یہ شرط پوری کر دی اور رہا ہو گئے، اور یوں محفوظ اندازے کے مطابق قریباً دوسو مسلمان بچے نوشت و خواند کا فن سیکھ گئے۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا تا کہ خواندگی عام ہو۔

بُلِغُوْ اعَنِی وَلَوْ آیَة

یعنی میری طرف سے پہنچادو خواہ وہ ایک آیت ہی ہو۔

اسلام نے غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی مصلحت اور ضرورت کا بھی اعتراف کیا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کو دیگر اقوام کی زبانیں سیکھنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سریانی زبان سیکھی تھی۔

اسلام عقلی میلانات پر کوئی حد نہیں رکھتا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہر میدان میں جولانی کریں اور ہر نامعلوم کی جستجو کی خاطر آگے بڑھیں تا کہ انسانیت کو زیادہ سے زیادہ نفع ہو۔

افلاتعلقون، لعلهم يتفكرون، افلاتذكرون

کے جملے تاریخ مذہب میں بالکل نئی چیز تھے۔ نتیجتاً عقلی حرکت کی طرف رجحان پیدا ہوا۔

مدرسۂ صفہ غریبوں کی پناہ گاہ اور سوسائٹی میں انہیں باعزت مقام دلانے کا باعث بنا۔ انہیں ہر سطح کے مالی بوجھ سے چھٹکارا ملا۔

تعلیم نسواں بنیادی حق ہے: ایک حدیث سے تعلیم نسواں کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ عورتوں پر فرض ہے۔

لڑکیوں کی تربیت اور شادی کا بہت ثواب ہے۔ ہادی اسلام ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دو لڑکیوں کی پرورش اُن کے بالغ ہونے تک کرے گا، وہ اور میں اس طرح جنت میں داخل ہونگے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ملائی جائیں۔ جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں پڑھایا، سلیقہ سکھایا، اُن کے ساتھ نیک سلوک کیا، پھر اُن کی شادی کر دی تو وہ جنتی ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چھوٹی بچیوں کے لئے گھریلو مدرسے قائم کئے گئے۔ حضرت عائشہؓ کا گھر انہی مدارس میں سے ایک تھا۔ بڑی عمر کی عورتوں بلکہ خادماؤں اور کنیزوں تک کی تعلیم و تربیت گھر کے مردوں کے ذمہ تھی۔ بعض اوقات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی تعلیم کے لئے خاص دن مقرر فرمایا کرتے تھے۔

بچوں کے حقوق: محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شفقت مسلمان بچوں تک، محدود نہ تھی، بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ قرآن وحدیث میں جو کچھ بچے کی تربیت و نگہداشت کے بارے میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان عالیہ میں یوں بیان فرما دیا:

عدلو اولاد کم

اپنی اولاد سے عدل کرو۔

یعنی اسے اس کے بنیادی حقوق (پرورش، تعلیم، تربیت، نگہداشت اور حلال وطیب روزی) بھی دو اور اس سے سلوک میں افراط و تفریط سے بھی کام نہ لو۔ یہ نہ ہو کہ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دو یا بڑی اولاد کو دیگر پر فوقیت دو یا چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت رکھو۔ بلکہ سب کو ایک ہی جیسی

محبت اور توجہ دو کہ یہی عائلی زندگی کا حسن ہے۔ یہی اولاد کو احساسِ برتری اور احساسِ کمتری جیسے موذیوں سے بچاتا ہے۔ یہی اسے متوازن و معتدل بناتا ہے۔ یہی احساسِ مساوات معاشرے کو ہموار اور سماجی ماحول کو خوشگوار رکھتا ہے۔

سماجی و معاشی اطمینان کا حق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے ساتھ ہی تقریباً پینتالیس ۴۵ اہل مکہ (جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے) مدینہ شریف پہنچے، وہ عموماً کاروباری لوگ تھے، خوشحال تھے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوش تھے اور گو قبول اسلام کی پاداش میں کفار مکہ نے انہیں ہر قسم کی اذیت دی تھی اور ضرر پہنچایا تھا تاہم وہ اتنے جیدار اور ثابت قدم نکلے کہ ٹس سے مس نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلنواز محبت میں رہ کر کندن بن گئے۔

چنانچہ وہ اپنے سب علائق دنیا چھوڑ چھاڑ کر مدینہ شریف آ گئے جو ان کے لئے دیارِ غیر تھا۔ وہ یہاں بے حد خوش تھے، کہ بالآخر انہیں ایک ایسا قطعہ زمین مل گیا تھا، جہاں وہ آزادی سے سانس لے سکتے تھے۔ اپنے نظریئے کے مطابق زندگی گزار سکتے تھے اور ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھ سکتے تھے۔ کہ سماجی فراق اور معاشی بے سروسامانی محض ایک عارضی کیفیت تھی اور اُن کے سماجی رشتے اور معاشی وسائل بہت جلد بحال ہونے والے تھے۔ آپ ﷺ کو ان کے مافی القلب کا پورا احساس تھا اور

عزِیزٌ علیہ ما عَنِتّم (۲)

تمہیں تکلیف ہو تو اُن ﷺ کو گراں گزرتی ہے۔

کے مطابق آپ ﷺ کو یہ عارضی سی تنہائی بھی گوارا نہ تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر کو بلا کر رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا۔ اسلوب حسین تھا، اور اس پر عمل حسین تر۔ ہر انصاری اپنے مہاجر بھائی کو اپنے ساتھ لے گیا اور اسے اپنے مکان، اپنے مکان کا سارا ساز و سامان، اپنے قطعاتِ زمین اور اپنے باغات وغیرہ دکھا کر کہا کہ:

ان مملوکات کا نصف آپ کا اور نصف میرا۔

اور یوں اخوت کا ایک ایسا نادر نمونہ پیش ہوا کہ خونی رشتے بھی حقیر ہو کر رہ گئے۔

آزادیٔ گفتار و اظہار کا حق: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تکلم میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ لیکن فرمانِ خداوندی (وشاورہم فی الامر) کے مطابق نہ صرف اپنے مصاحبین سے لازماً مشورہ لیتے تھے۔ کھلے دل و دماغ سے ان کی بات سنتے تھے اور اپنے نقطۂ نظر میں اُس کے مطابق ترمیم و تبدیلی بھی کرتے تھے بلکہ عامی سے عامی انسان کو بھی برملا اپنا مافی الضمیر بیان کرنے اور تنقید کرنے کا پورا حق دیتے تھے۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریؓ صحابیات کے قاصد کی حیثیت سے مجلس نبوی ﷺ میں آئیں اور شکوہ کیا کہ:

> آپ دونوں اصناف کے نبی ہیں، اور ہم آپ ﷺ پر اور اللہ پر ایمان لائیں۔ لیکن ہماری جماعت مکانوں میں مقید، پردوں میں بند، مردوں کے گھروں میں گڑی ہوئی اور اُن کی خواہشات پر مامور اور اُن کی اولاد کی حاملہ ہیں۔ مگر بایں ہمہ وہ کارہائے ثواب میں ہم سے آگے بڑھے رہتے ہیں۔ نماز باجماعت میں شریک، نمازِ جمعہ میں شریک اور جنازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ حج پر حج کرتے ہیں اور جہاد میں شریک ہوتے ہیں تو ہم اُن کے اموال کی محافظ ہوتی ہیں۔ ان کے لئے کپڑا بنتی ہیں اور ان کی اولاد کی خبر گیری کرتی ہیں۔ کیا ہم ثواب میں اُن کی شریک نہیں؟
>
> آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا:
>
> کیا تم نے دین کے بارے میں اس سے بہتر سوال کرنے والی سنی؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے؟
>
> اس کے بعد آپ ﷺ نے اسماء سے فرمایا:
>
> عورت کا اپنے خاوند سے اچھا برتاؤ کرنا، اُس کی خوشنودی ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا، ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے جنہیں تم نے مردوں

کے لئے مخصوص سمجھ رکھا ہے۔

آزادئ مذاہب وضمیر کا حق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا جسے میثاقِ مدینہ یا دستورِ مدینہ بھی کہا جاتا ہے۔اس کے مطابق انہیں اپنے عقیدہ وعبادت کی پوری آزادی بھی دی گئی اوران کی جان، مال اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت بھی، گو یہودیوں نے معاہدہ کی دیگر دفعات کو (جو زیادہ تر باہمی دفاع سے متعلق تھیں) خود ہی توڑ دیا اور اس کا خمیازہ بھگتا۔لیکن اس عہد شکنی کے باوجود سرورِ کونین ﷺ نے ان کے حق عبادت اور حق تحفظ پر ذرا بھی آنچ بھی نہیں آنے دی اور اسے تاریخ عالم میں ایک مینارۂ نور کی طرح قائم ودائم رکھا۔

علاج معالجہ کا حق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کو ایک فریضہ سمجھا اور اپنے بدترین دشمنوں کی بھی عیادت کی یعنی انہیں حوصلہ دیا۔مشورہ دیا اور ان کے دلوں میں اللہ کی رحمت کی جوت جگائی۔

ایک دیوانی عورت بھری مجلس میں آئی اول فول اور واہی تباہی بکتی رہی۔کبھی روتی، کبھی ہنستی، کبھی چیختی چلاتی رہی۔صحابہ کرامؓ برا مناتے رہے۔لیکن آپ ﷺ اس کی حرکات وسکنات دیکھتے رہے، مسکراتے رہے اور دعا مانگتے رہے اور وہ مجلس سے باہر نکلی تو فرزانوں سے زیادہ فرزانہ تھی۔یہ نفسیاتی طریقہ علاج تھا۔

شیخ سعدی نے گلستان، میں ایک حکایت لکھی ہے کہ عجم کے بادشاہوں میں سے کسی نے ایک ماہر طبیب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بھیجا۔وہ کئی سال تک عرب کی ولایت میں رہا۔کوئی آدمی علاج کے لئے اُس کے پاس نہ آیا۔وہ طبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ وہ اصحاب کے علاج کی خاطر بھیجا گیا تھا مگر کسی نے توجہ نہیں کی۔رسول علیہ السلام نے فرمایا:

> اس جماعت کا ایک طریقہ ہے کہ جب تک بھوک خوب نہیں لگتی، نہیں کھاتے اور ابھی تھوڑی بھوک باقی ہوتی ہے کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔طبیب نے کہا کہ یہی تندرستی کا سبب ہے۔بعد ازاں زمین کو بوسہ دیا

اور رخصت ہو گیا۔

دشمن سے حسن سلوک اور زندگی کا حق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور احکامات کی روشنی میں جنگ کے موقعہ پر کسی کہن سال، بچے، کمسن اور عورت کو قتل نہ کیا جاتا تھا۔ دشمن کی گرفتاری کے بعد اُسے تیروں کا نشانہ یا تلوار سے قتل نہ کیا جاتا۔ عہد کو سختی سے نبھایا جاتا۔ قاصد کو امان دی جاتی۔ اسیران جنگ کو تکلیف دینے کی بجائے انہیں اچھا کھلایا اور آسان شرائط پر رہا کیا جاتا۔ مال غنیمت میں یتیموں، غریبوں اور مسافروں کا بھی حصہ رکھا گیا۔ اسلام نے جہاد کو اتنا پاک اور منزہ کر دیا کہ وہ افضل ترین عبادت ٹھہری، جہاد کا مقصد یہ ہوا کہ مظلوموں کو ظلم سے نجات دلائے تاکہ جابر اور ظالم کمزوروں پر ستم کا ہاتھ نہ بڑھا سکیں۔ سراپا رحمت ﷺ نے جنگ بدر میں لڑائی کا باقاعدہ آغاز نہ ہونے سے پیشتر بدر کے واحد چشمہ سے دشمن کو پانی پینے سے نہ روکا۔

فتح مکہ پر رحمت عالم ﷺ جوش میں آئی اور ارشاد ہوا:

''جاؤ! تم سب آزاد ہو۔ آج تم سب کے لئے معافی ہے۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآنی اصول کی زندہ تفسیر تھے کہ دشمن کا دل اس کے ساتھ نیکی کر کے جیت لینا چاہئے۔ دنیا کی تاریخ میں یہ پہلی مثال تھی جب ایک طاقتور فاتح نے نہ صرف اپنے بدترین دشمنوں کو لاجواب دریا دلی سے معاف کر دیا بلکہ انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لئے ظلم اور جبر سے کام لینے کی بجائے اپنے ''خلق عظیم'' کی کشش سے کام لیا۔ ہادی اسلام ﷺ بلاشبہ حامل خلق عظیم اور رحمۃ للعالمین تھے اور تعلیمات کے سبب آج بھی رحمۃ للعالمیں ہیں اور ابد الاباد تک رحمۃ للعالمین رہیں گے۔

امتیاز رنگ و بو کا خاتمہ: حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرد کی روحانی اور اخلاقی اصلاح اور تعمیر پر سب سے زیادہ توجہ دی۔ اپنے ساتھیوں کے دلوں کو روحانیت سے بھر دیا۔ رنگ، نسل، خاندان، قبیلے، علاقے اور وطن کے امتیازات کو مٹا دیا۔ عورتوں اور غلاموں کو برابری کے حقوق دیئے اور دلائے۔ غرضیکہ سب انسانوں کو برابری کا درجہ دیا، خواہ وہ کسی پیشے سے تعلق رکھتے ہوں۔ انہیں عزت اور عظمت کے ایک تصور سے آشنا کیا۔ اخوت و حریت کی تشکیل کی، گویا

انسانوں کو یہ سب حقوق انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء اور یو۔این۔او کے بنیادی حقوق کے چارٹر سے صدیوں پہلے ملے۔

عدل و انصاف کی فراہمی: اسلامی نظام عدل کی ایک اہم ترین خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرے کی تربیت خوفِ خدا اور تصورِ آخرت کی بنا پر کرتا ہے۔ نتیجتاً معاشرہ اندر سے تبدیل ہوتا ہے۔ اسی اندر کی تبدیلی کے بعد ہی قانون شکنی اور سرکشی سر نہیں اُٹھاتی۔ اسی لئے قرآن کریم میں سیکڑوں آیات کے علاوہ متعدد احادیث انسان کے باطن کو بدلنے والی اور اُسے خوفِ خدا اور آخرت سے پیوستہ رکھنے والی ہیں۔

امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع جو اسلامی تعلیمات کا حاصل اور نچوڑ ہے اور منشورِ انسانیت ہے میں یہ اعلانات کر کے انسانی حقوق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تحفظ فراہم کر دیا۔ ''ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

> انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

چنانچہ (اس آیت کی روشنی میں) نہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کالا گورے سے، افضل ہے نہ گورا کالے سے، ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

> ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو۔ انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔
>
> جاہلیت کے تمام خون (انتقام) باطل کر دیئے گئے، اور سب سے پہلے میں

(اپنے خاندان کے) ربیعہ ابن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان عباس بن مطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ خدا نے ہر حقدار کو (از روئے راثت) اس کا حق دے دیا۔ اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر دہ ہوا۔ زنا کار کے لئے پتھر ہے اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، اس پر خدا کی لعنت ہے۔

ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں ہے۔ قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔ حضوز پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی رہنمائی کے لئے ہدایت ربانی کا مجموعہ امت کے سپرد کیا اور تاکید فرمائی: ''میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حضرت علیؓ سے مروی ایک طویل حدیث کا اقتباس

۲۔ سورہ توبہ، آیت ۱۲۸